کیا حیاتِ مسیحؑ پر امّتِ مسلمہ کا اجماع ہے؟

انصر رضا۔ مربی و مبلغ احمدیہ مسلم جماعت وان، کینیڈا

غیر احمدی علماء کی طرف سے عوام الناس کو یہ تأثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں میں تمام امت مسلمہ متفقہ طور پر یہ مانتی آئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم سمیت زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے تھے، ابھی تک اسی جسم سمیت وہاں زندہ موجود ہیں، اور قرب قیامت میں اسی جسم اور زندگی کے ساتھ زمین پر اتریں گے اور یہ کہ احمدیہ مسلم جماعت نے وفاتِ مسیحؑ کا عقیدہ پیش کرکے اس متفقہ عقیدہ کی مخالفت کی ہے اور گویا ایک نیا عقیدہ پیش کیا ہے۔ احمدیہ مسلم جماعت کی طرف سے قرآن وسنّت سے حیاتِ مسیحؑ کی تردید میں دلائل کے ساتھ ساتھ بزرگانِ امّت کے بھی ایسے حوالہ جات پیش کئے جاتے رہے ہیں جن میں وفاتِ مسیحؑ کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں قدیم و جدید علماء کے ایسے چند مزید حوالہ جات پیش کئے جارہے ہیں جن میں صراحتاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت شدہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔

اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے:

''**لو کان عیسیٰ حیا ما وسعه الاتباعی**'' (الفقہ الاکبر از امام ابوحنیفہ۔ صفحہ۔۱۰۱۔ ناشر دار الکتب العربیۃ الکبریٰ)
اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

''**محمد ﷺ مبعوث الی جمیع الثقلین. فرسالته عامة للجن والانس فی کل زمان. ولو کان موسیٰ و عیسیٰ علیهما السلام حیین لکانا من اتباعه۔**'' (مدارج السالکین از علامہ ابن قیم الجوزی۔ الجزء الثانی۔ صفحہ 492)
محمد ﷺ تمام عالم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ پس ان کی رسالت ہر زمانے کے جن وانس کے لئے عام ہے۔ اور اگر موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو وہ دونوں لازماً ان کے پیروکاروں میں شامل ہوتے۔

''**لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین ما وسعهما الاتباعی**'' (الیواقیت والجواہر از علامہ عبدالوہاب الشعرانی۔ الجزء الثانی صفحہ 174) اگر موسیٰ اور عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو ان دونوں کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

''**ولو کان موسی و عیسی حیین لکانا من اتباعه...**'' (**شرح العقیدة الطّحاویة . صفحه: 511**)
اور اگر موسیٰ اور عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو وہ دونوں ضرور ان کے (یعنی نبی اکرم ﷺ کے) پیروکاروں میں شامل ہوتے۔

''فاما حكايته لحاله بعد ان رفع فهو مثلها فى التوراة ذكر وفاة موسىٰ عليه السلام. و معلوم ان هذا الذى فى التوراة و الانجيل من الخبر عن موسىٰ و عيسىٰ بعد توفيهما. ليس هو مما انزله اللّٰه و مما تلقوه عن موسىٰ و عيسىٰ بل هو مما كتبوه مع ذلک للتعريف بحال توفيهما و هذا خبر محض من الموجدين بعدهما عن حالهما ليس هو مما انزله اللّٰه عليهما ولا هو مما امرا به فى حياتهما ولا مما اخبرا به الناس'' (مجموعہ الفتاویٰ از امام ابن تیمیہ۔ الجزء الثالث عشر۔ کتاب مقدمۃ التفسیر۔ صفحہ:58)

پس جو ان کے رفع کے بعد کے حال کی باتیں ہیں تو وہ توراۃ میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ذکر کی طرح ہیں۔ چنانچہ یہ معلوم بات ہے کہ موسیٰ اور عیسیٰ کے متعلق تورات اور انجیل میں جو خبریں ہیں وہ ان دونوں کی وفات کے بعد کی ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی نہ اللہ نے نازل کی ہیں اور نہ ہی انہیں موسیٰ و عیسیٰ سے حاصل کیا گیا ہے بلکہ وہ ان دونوں کی وفات کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ اور یہ خبریں وہاں موجود لوگوں سے ان کے احوال کے متعلق ان کے بعد لی گئی ہیں۔ نہ تو انہیں اللہ نے ان دونوں پر نازل کیا، نہ ہی ان دونوں نے اپنی حیات میں اس کا حکم دیا اور نہ ہی ان دونوں نے لوگوں کو اس کی خبر دی۔

مذکورہ بالا حوالوں میں دو باتیں وضاحت طلب ہیں۔ سب سے پہلا حوالہ جو فقہ اکبر سے لیا گیا ہے وہ کتاب جب مصر میں طبع ہوئی تو اس میں یہی الفاظ تھے ''لو کان عیسیٰ حیا۔۔۔'' لیکن جب وہی کتاب ہندوستان سے شائع ہوئی تو اس میں تحریف کر کے اسے ''لو موسیٰ حیا۔۔۔'' بنا دیا گیا حالانکہ اس عبارت کے سیاق وسباق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی ذکر ہو رہا ہے۔ خاکسار کے پاس یہ دونوں نسخے موجود ہیں۔ اسی طرح مندرجہ بالا حوالوں میں سب سے آخری حوالہ امام ابن تیمیہؒ کی کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں کے لئے لفظ ''توفیھما''، یعنی ان دونوں کی وفات، استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن تیمیہؒ توفی کا معنی وفات بمعنی موت ہی لے رہے ہیں۔

بعثت النبی ﷺ کے وقت تمام انبیاءؑ زمرۂ اموات میں داخل ہو چکے تھے:

آیت میثاق النبیین کی تشریح کرتے ہوئے علامہ القسطلانیؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت تمام انبیاء علیہم السلام زمرۂ اموات میں داخل ہو چکے تھے، (اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں شامل تھے)۔

''و قيل معناه: أن الأنبياء. عليهم الصلاة والسلام . كانوا يأخذون الميثاق من أممهم بأنه اذا بعث محمد ﷺ أن يؤمنوا به و أن ينصروه، و احتج له بان الذين أخذاللّٰه الميثاق منهم يجب عليهم الايمان بمحمد ﷺ عند مبعثه، و كان الأنبياء عند مبعث محمد ﷺ من جملة الأموات، والميت لا

يكون مكلفًا، فتعين أن يكون الميثاق مأخوذًا على الأمم.'' (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية. تاليف العلامة احمد بن محمد القسطلانی(923-851هجری). الجزء الثالث. صفحه .148)

اور کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امتوں سے یہ میثاق لیا تھا کہ جب محمد ﷺ مبعوث ہوں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔ اور اس پر دلیل یہ دی گئی ہے کہ جن لوگوں سے اللہ نے یہ میثاق لیا ان پر واجب تھا کہ وہ محمد ﷺ پر ان کی بعثت کے وقت ایمان لائیں جبکہ تمام انبیاء پر محمد ﷺ کی بعثت کے وقت موت وارد ہو چکی تھی اور مردہ تو مکلّف نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ بات معین ہوگئی کہ یہ میثاق امتوں سے ہی لیا گیا تھا۔

عیسیٰ کہاں ہیں:

''این آدم ابوالاولین والآخرین این نوح شیخ المرسلین این ادریس رفیع رب العالمین این ابراهیم خلیل الرحمٰن الرحیم این موسیٰ الکلیم من بین سائر النبیین والمرسلین این عیسیٰ روح اللّٰه وکلمته راس الزاهدین و امام السائحین این محمد خاتم النبیین این اصحابه الابرار المنتخبون...'' (کتاب سراج الملوک از ابی بکر الطرطوشی۔ الباب الاول فی مواعظ الملوک۔ صفحہ:14)

اولین و آخرین کے باپ آدم کہاں ہیں، شیخ المرسلین نوح کہاں ہیں، رفیع رب العالمین ادریس کہاں ہیں، خلیل الرحمان الرحیم ابراہیم کہاں ہیں، تمام انبیاء و مرسلین میں سے کلیم موسیٰ کہاں ہیں، روح اللہ، کلمۃ اللہ، زاہدین کے سربراہ اور سیاحوں کے امام عیسیٰ کہاں ہیں، خاتم النبیین محمد ﷺ کہاں ہیں اور ان کے منتخب ابرار صحابہ کہاں ہیں۔۔۔

عیسیٰؑ نے مقررہ وقت پر وفات پائی:

"The same homogeneity of ideas obtains on that considerably lower plane on which an unnamed spokesman for the Byzantines and the Muslim jurist, al-Qaffal (d. 976), exchanged their invectives in support of their sovereigns' campaigns in 966-67.The Christian announces that he will conquer the East and spread the religion of the Cross by way of force:And Jesus, His throne is high above the heavens. Who is allied with Him reaches his goal (i.e., salvation) on the day of Strife (i.e., Judgment Day).But your companion (i.e., Mohammad), the moisture (of the grave)

annihilated him below the ground, and he has turned (a heap of) splinters among those decayed bones.The Muslim shaik retorts in the same vein:Whoever desires the conquest of East and West propagandizing for the belief in a cross is the meanest of all who nourish desires.Who serves the crosses and wishes to obtain right guidance through them is an ass with a brand mark on his nose.And if the Prophet Mohammad has had to die, he (only) followed the precedent set by every exalted prophet.And Jesus, too, met death at a fixed term, when he passed away as do the prophets of Adam's seed."

''خیالات کی یہی یکسانیت ایک بہت ہی نچلی سطح پر بھی نظر آتی ہے جب بازنطین کے ایک گمنام عیسائی ترجمان اور مسلمان قانون دان القفّال نے 966-967 میں اپنی اپنی حکومتوں کی تائید کرتے ہوئے ایک دوسرے کے خلاف تنقیدی حملے کئے۔عیسائی نے اعلان کیا کہ وہ مشرق کو فتح کرلے گا اور صلیبی مذہب کو بزورِ طاقت پھیلا دے گا: اور یسوع (کو دیکھو)، کہ اس کا تخت آسمانوں سے بلند ہے۔ جو اُس (یسوع) کے ساتھ وابستہ ہوگا وہ عدالت کے روز اپنی مراد کو پہنچے گا۔لیکن تمہارا صاحب (یعنی محمد وہ ہے جس) کو قبر کی نمی نے زیرِ زمین فنا کردیا اور وہ بوسیدہ ہڈیوں کے درمیان ہڈیوں کا ڈھیر بن گیا۔اس پر مسلمان شیخ نے اُسی لب و لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا: جو بھی مشرق اور مغرب کو فتح کرنا چاہتا ہے اور صلیبی مذہب کا پرچار کرنا چاہتا ہے وہ ان تمام لوگوں سے زیادہ کمینہ ہے جو اپنی خواہشات کی پرورش کرتے رہتے ہیں۔ جو بھی صلیب کی خدمت کرتا ہے اور اُن کے ذریعے ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ایسے گدھے کی مانند ہے جس کی ناک داغی گئی ہو۔اور اگر محمد ﷺ پر موت آئی تو انہوں نے اس نمونہ کی پیروی کی جو عظیم الشان انبیاء نے قائم کیا تھا۔ اور یسوع نے بھی وقت مقررہ پر وفات پائی اور اسی طرح گزر گئے جس طرح اولادِ آدم میں سے دوسرے انبیاء گزر گئے۔'' (Dr. Gustave E. von Grunebaum "Medieval Islam " صفحہ 18, 19۔بحوالہ: ''ہزار سال پہلے کا تاریخ اسلام کا ایک ورق ۔ حضرت مسیحؑ کی وفات کا اعلان'' از شیخ عبدالقادر صاحب محقّق ۔''الفرقان'' اپریل 1977ء)

عیسیٰؑ موت سے مجبور:

مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب بانی دارالعلوم دیوبند عیسائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شری کرشن وشری رام

چندر کی الوہیت کی تردید میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ ان سب کو موت آچکی ہے لہٰذا یہ سب معبود نہیں کہلائے جا سکتے۔

''پھر اس اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے بھری مجلس میں آپ بار بار اس کا اعادہ فرماتے رہے، کہ ''خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری رام چندر اور سری کرشن کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آسکتا، کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔ پاخانہ، پیشاب، مرض اور موت سے مجبور تھے۔'' صفحہ 14 میلہ خدا شناسی'' (سوانح قاسمی حصہ دوم۔ صفحہ 436,437)

حیات ووفاتِ مسیحؑ کا اقرار یا انکار کفر تو کیا گمراہی بھی نہیں!

احمد رضا خان بریلوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حیات ووفاتِ مسیحؑ کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار گمراہی بھی نہیں۔

''قادیانی صدہا وجہ سے منکر ضروریاتِ دین تھا اور اس کے پس ماندے حیات ووفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علی نبینا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں، جو خود ایک فرعی سہل خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں۔'' (الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔ مصنف احمد رضا خان بریلوی ص5)

بڑے بڑے علماء کا وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہونے کا اقرار:

ایک مشہور دیوبندی عالم محمد یوسف بنوری صاحب کے صاحبزادے سلیمان یوسف بنوری صاحب اپنے والد صاحب کی کتاب کا مقدمہ لکھتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء، جن کی عظمت کے یہ خود قائل ہیں، وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔

''آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ بڑا ہی پُرفتن دور ہے، نسل انسانیت عموماً اور مسلمان خصوصاً قسم قسم کے فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ مسلمان بحیثیت مسلمان آج جتنے خطرناک حالات سے دوچار ہیں شاید ماضی کی تاریخ ایسی مثالوں سے خالی ہو، ہر سمت سے قصر اسلام پر فتنوں کی ایسی یلغار ہے کہ الامان والحفیظ! طرح طرح کے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں، اعتقادی، عملی ظاہری اور باطنی، ہر ایک دوسرے سے بڑھتا جا رہا ہے، مگر سب سے خطرناک فتنے وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہو، ان اعتقادی فتنوں میں سے ایک فتنہ عقیدۂ نزولِ مسیح علیہ السلام سے یکسر انکار کرنا یا کم از کم اس کی اساسی حیثیت تسلیم کرنے سے اعراض کرنا اور اس کو غیر ضروری ماننا بھی ہے حتیٰ کہ بعض ایسے اہل علم وقلم بھی جن کی رفعت شان کی طرف اگر ہم نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ان کے علم و عمل، فضل وکمال اور ان کی عظمت کو اپنی بے پناہ بلندی کی وجہ سے ہماری نگاہیں سر نہیں کر سکتیں وہ بھی اس رو میں بہہ گئے ہیں۔۔۔ مولوی ابوالکلام آزاد صاحب، مولوی جار اللہ صاحب، مولانا عبیداللہ صاحب سندھی وغیرہ کی تحریرات میں یہ چیز آئی

اور مولانا آزاد نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ: ''اگر یہ عقیدہ نجات کے لیے ضروری ہوتا تو قرآن میں کم از کم ﴿واقیموا الصلاۃ﴾ جیسی تصریح ضروری تھی اور ہمارا اعتقاد ہے کہ کوئی مسیح اب آنے والا نہیں''۔ (مقدمہ از سلیمان یوسف بنوری۔ عقیدہ نزولِ مسیح علیہ السلام قرآن، حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں۔ مصنف یوسف بنوری)

وفاتِ مسیحؑ اسلامی عقیدہ:

مشہور مصری عالم محمد الغزالی اپنی کتاب ''عقیدۃ المسلم''، میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**لانه فی حیاته عبد ضعیف، و بعد مماته رفات مواری فی حفرة من التراب**''(صفحہ۔50)

کیونکہ وہ زندگی میں ایک بندۂ ناتواں تھے اور مرنے کے بعد ہڈیوں اور گوشت کا ایک ڈھیر جو مٹی کے ایک گڑھے میں چھپا دیا گیا تھا۔

ختم نبوت اور حیاتِ مسیحؑ متضاد عقائد:

مشہور دیوبندی عالم ظفر احمد عثمانی صاحب کے صاحبزادے قمر احمد عثمانی صاحب اپنی کتاب ''عقیدہ ختم نبوت اور نزولِ مسیحؑ''، میں لکھتے ہیں کہ یہ دونوں عقیدے یعنی ختم نبوت اور حیاتِ مسیحؑ ایک دوسرے سے متضاد ہیں اور یہ کہ بہت سے نامور علماء وفاتِ مسیحؑ کے قائل تھے۔

''حضرت عبداللہ ابن عباسؓ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے، اور علمائے متقدمین میں امام ابن حزم اور امام ابن تیمیہ نے نزولِ مسیحؑ کے مسئلہ کو اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے (دیکھئے ''مراتب الاجماع، لابن حزم اور نقد مراتب الاجماع، لامام ابن تیمیہؒ) ہمارے زمانے میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ تمنا عمادی پھلواریؒ، علامہ مولانا موسیٰ جاراللہؒ، شیخ نور محمد مرشد المکیؒ، علامہ شاہ محمد جعفر ندوی، علامہ اقبالؒ، شیخ محمود شلتوت مصری، علامہ سید رشید رضا مصری، اور مولانا امین احسن اصلاحی جیسے نامور علمائے دین اور ارباب علم و دانش نزولِ مسیحؑ اور ظہورِ مہدی کے عقیدوں کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔''(صفحہ۔6,7)

''عقیدۂ ختم نبوت کی موجودگی میں حیاتِ مسیحؑ اور نزولِ مسیحؑ کا تصور قلب و ذہن میں ہمیشہ ہی کھٹکتا رہا کہ یہ دونوں تصورات ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتے۔ اگر عقیدہ ختم نبوت برحق ہے تو کسی نبی کے آنے اور دین اسلام کو حقیقی غلبہ دلانے کا کوئی جواز نہیں بنتا''(صفحہ:8,9)

ان تمام مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ نہ تو حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ امتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ رہا ہے اور نہ ہی اس سے اختلاف کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ عائد کیا گیا ہے۔ لیکن موجودہ دور کے احمدیت مخالف چند علماء نے ایک نیا دین گھڑ لیا ہے جس میں نہ صرف قرآن و حدیث بلکہ اسلاف کے عقائد سے بھی متضاد عقائد شامل کئے گئے ہیں۔

كتاب

الفقه الاكبر

للامام الاعظم أبى حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى رضى الله عنه

وشرحه للامام الهمام ناصر السنة وقامع البدعة شيخ عصره

ملا على القارى الحنفى المتوفى سنة ١٠٠١

تغمده الله برحمته

طبع بمطبعة

دار الكتب العربية الكبرى

على نفقة أصحابها

(مصطفى البابى الحلبى وأخويه بكرى وعيسى)

(بمصر)

قاب قوسين أو أدنى ولا يلزم من تعدد الواقعة فرض الصلاة كل مرة كما توهم ابن القيم معترضا (وخروج الدجال ويأجوج ومأجوج) كما قال الله تعالى حتى اذا فتحت يأجوج ومأجوج وهم من كل حدب ينسلون أى يسرعون (وطلوع الشمس من مغربها) كما قال الله تعالى يوم يأتى بعض آيات ربك لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت من قبل أو كسبت فى ايمانها خيرا أى لا ينفع الكافر ايمانه فى ذلك الحين أى طلوع الشمس من المغرب ولا الفاسق الذى ما كسب خيرا فى ايمانه أو توبته يعنى لا ينفع نفسا ايمانها ولا كسبها الايمان ان لم تكن آمنت من قبل أو كسبت خيرا (ونزول عيسى عليه السلام من السماء) كما قال الله تعالى وانه أى عيسى لعلم للساعة أى علامة القيامة وقال الله تعالى وان من أهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته أى قبل موت عيسى عليه السلام بعد نزوله عند قيام الساعة فتصير الملل واحدة وهى ملة الاسلام الحقيقية . وفى نسخة قدم طلوع الشمس على البقية وعلى كل تقدير فالواو لمطلق الجمعية والا فترتيب القضية أن المهدى عليه السلام يظهر أولا فى الحرمين الشريفين ثم يأتى بيت المقدس فيأتى الدجال ويحصره فى ذلك الحال فينزل عيسى عليه السلام من المنارة الشرقية فى دمشق الشام ويجىء الى قتال الدجال فيقتله بضربة فى الحال فانه يذوب كالملح فى الماء عند نزول عيسى عليه السلام من السماء فيجتمع عيسى عليه السلام بالمهدى رضى الله عنه وقد أقيمت الصلاة فيشير المهدى لعيسى بالتقدم فيمتنع معللا بأن هذه الصلاة أقيمت لك فأنت أولى بأن تكون الامام فى هذا المقام ويقتدى به ليظهر متابعته لنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كما أشار الى هذا المعنى صلى الله تعالى عليه وسلم بقوله لو كان عيسى حيا ما وسعه الا اتباعى وقد بينت وجه ذلك عند قوله تعالى واذ أخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول الآية فى شرح الشفاء وغيره وقد ورد انه يبقى فى الارض أربعين سنة ثم يموت ويصلى عليه المسلمون ويدفنونه على ما رواه الطيالسى فى مسنده وروى غيره أنه يدفن بين النبى صلى الله تعالى عليه وسلم والصديق رضى الله عنه وروى انه يدفن بين الشيخين فهنيئا للشيخين حيث اكتنفا بالنبيين وفى رواية أنه يمكث سبع سنين قيل وهى الاصح والمراد بالاربعين فى الرواية الاولى مدة مكثه قبل الرفع وبعده فانه رفع وله ثلاث وثلاثون سنة وفى شرح العقائد الاصح أن عيسى عليه الصلاة والسلام يصلى بالناس ويؤمهم ويقتدى به المهدى لانه أفضل وامامته أولى انتهى ولا ينافى ما قدمناه كما لا يخفى ثم يظهر يأجوج ومأجوج ليهلكهم الله أجمعين ببركة دعائه عليهم ثم يموت المؤمنون وتطلع الشمس من مغربها ويرفع القرآن كما روى ابن ماجه عن حذيفة يدرس الاسلام كما يدرس وشى الثوب أى اطرافه حتى لا يدرى صيام ولا صلاة ولا نسك ولا صدقة ويسرى على كتاب الله فى ليلة فلا يبقى فى الارض منه آية

مدارج السالكين

بين منازل "إياك نعبد وإياك نستعين"

للامام السلفي العلامة المحقق

أبي عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب

ابن قيم الجوزية

٦٩١ - ٧٥١

رحمه الله وغفر لنا وله وللمؤمنين

راجع النسخة وضبط أعلامها

لجنة من العلماء بإشراف الناشر

الجزء الثاني

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

الناس؟ ــ فقال: لا. والذي فَلَقَ الحبة، وبرأ النَّسَمَةَ، إلا فَهْماً يؤتيه الله عبداً في كتابه» فهذا هو العلم اللدني الحقيقي.

وأما علم من أعرض عن الكتاب والسنة، ولم يتقيد بهما: فهو من لدن النفس والهوى، والشيطان، فهو لدني. لكن من لدن مَنْ؟ إنما يعرف كون العلم لدنيا رحمانياً: بموافقته لما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم عن ربه عز وجل. فالعلم اللدني نوعان: لدني رحماني، ولدني شيطاني بطناوي. والمحَكُّ: هو الوحي. ولا وحي بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وأما قصة موسى مع الخضر عليهما السلام: فالتعلق بها في تجويز الاستغناء عن الوحي بالعلم اللدني إلحاد، وكفر مخرج عن الإسلام، موجب لإراقة الدم.

والفرق: أنّ موسى لم يكن مبعوثاً إلى الخضر. ولم يكن الخضر مأموراً بمتابعته. ولو كان مأموراً بها لوجب عليه أن يهاجر إلى موسى ويكون معه[1]. ولهذا قال له «أنت موسى نبي بني إسرائيل؟ قال: نعم» ومحمد صلى الله عليه وسلم مبعوث إلى جميع الثقلين. فرسالته عامة للجن والإنس، في كل زمان. ولو كان موسى وعيسى عليهما السلام حيين لكانا من أتباعه. وإذا نزل عيسى ابن مريم عليهما السلام. فإنما يحكم بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم.

فمن ادعى أنه مع محمد صلى الله عليه وسلم كالخضر مع موسى. أو جوز ذلك لأحد من الأمة: فليجدد إسلامه، وليشهد شهادة الحق. فإنه بذلك مفارق لدين الإسلام بالكلية. فضلاً عن أن يكون من خاصة أولياء الله. وإنما هو من أولياء الشيطان وخلفائه ونوابه.

وهذا الموضع مقطع ومفرق بين زنادقة القوم، وبين أهل الاستقامة منهم، فحرِّك تَرَه.

---

(١) قد حقق العلماء المحققون ــ كالحافظ ابن حجر، وغيره من علماء السلف ــ أن الخضر كان رسولاً كموسى عليهما السلام. والقرآن يشير إلى ذلك بقوله الكهف: ٨٢ (وما فعلته عن أمري).

(الجزء الثانى)

من كتاب اليواقيت والجواهر فى بيان عقائد الاكابر
للامام العارف الربانى سيدى عبد الوهاب
الشعرانى نفعنا الله والمسلمين
ببركاته وأفاض علينا
من نفحاته
آمين

*(على الهوامش بقية كتاب الكبريت الاحمر فى بيان علوم
الشيخ الاكبر لصاحب اليواقيت والجواهر المذكور رضى الله
تعالى عنه أسنى الاجور)*

وهم الاصحاب وهو صلى الله عليه وسلم البنا بالاشواق وما أفرحه بلقاء واحد منا ولو العامل منا أجر خمسين ممن يعمل مثل عمل أصحابه كما ورد انتهى وأما كونه صلى الله عليه وسلم أقوى استعدادا من أبيه آدم فلانه خلق من امتزاج الابوين لا من واحد منهما فالمجموع من المجموع حساوه وهما فجمع صلى الله عليه وسلم استعداد الاثنين فلهذا كان كماله أعظم من كمال أبيه ذكره الشيخ في الباب الثاني والسبعين في أسرار الحج من الفتوحات * قال ومن هنا اختص محمد صلى الله عليه وسلم بالكمال على آدم وابراهيم لكونه ابا ساهما وكل اب له في النشأة هذا الكمال الا أن الناس يتفاضلون فيه لاجل الحركات العلوية والطوالع النورانية والاقترانات السعادية وان لم يكن لها عندنا أثر في التعليق انتهى * وقال الشيخ في الباب السابع والثلاثين وثلثمائة في حديث لو كان موسى حيا ما وسعه الا أن يتبعني اعلم انه صلى الله عليه وسلم نبي الانبياء للعهد الذي أخذ على الانبياء بسيادته عليهم ونبوته في قوله تعالى واذ أخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة الآية فعمت رسالته وشريعته كل الناس فلم يختص نبي بشئ الا ان كان ذلك الشئ لمحمد صلى الله عليه وسلم بالاصالة انتهى * وكل نبي تقدم على زمن ظهوره فهو نائب له صلى الله عليه وسلم في بعثته بتلك الشريعة ذكره الشيخ تقي الدين السبكي ونقله عنه الجلال السيوطي في أول الخصائص (فان قلت) قد تقدم أن القرآن نزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم جملة قبل أن ينزل عليه تفصيلا فما الحكمة في ذلك (فالجواب) انما نزل عليه صلى الله عليه وسلم القرآن اجمالا ليفرق بين تنزيله عليه وتنزيل العلوم على الاولياء وذلك أن التدريج في الامور انما هو للتحمل ولا تحمل الا لرسالة بخلاف الاولياء فلا تنزل عليهم العلوم الا وهي مفصلة فقط لان منها جهة الترقي والتكسب فالنبوة وهب والولاية كسب * وقال في الباب العاشر من الفتوحات في قوله صلى الله عليه وسلم أنا سيد ولد آدم ولا فخر انما كان صلى الله عليه وسلم سيد ولد آدم لان جميع الانبياء عليهم الصلاة والسلام نواب له صلى الله عليه وسلم من لدن آدم الى آخر الرسل وهو عيسى عليه الصلاة والسلام كما أبان عن ذلك حديث لو كان موسى وعيسى حيين ما وسعهما الا اتباعي وصدق صلى الله عليه وسلم في ذلك فانه لو كان موجودا بجسمه من لدن آدم الى زمان وجوده لكان جميع بني آدم تحت شريعته حسا ولهذا لم يبعث نبي الى الناس عامة الا هو خاصة فجميع شرائع الانبياء هي بالحقيقة شرعه صلى الله عليه وسلم (فان قلت) فهل يكون نسخ شريعته لكل شريعة تقدمت يخرج تلك الشرائع عن كونها شرعا له (فالجواب) لا يخرجها ذلك النسخ عن كونها من شريعته فان الله تعالى قد أشهدنا النسخ في شرعه الظاهر مع اجتماعنا واتفاقنا على انه شرعه الذي نزل عليه فنسخ المتقدم بالمتأخر ومما يشهد لسكوت جميع الانبياء نوابا له صلى الله عليه وسلم كون عيسى عليه الصلاة والسلام اذا نزل الى الارض لا يحكم بشرع نفسه الذي كان عليه قبل رفعه وانما يحكم بشرع محمد صلى الله عليه وسلم الذي بعث به الى أمته ولو أن الشرع الذي يحكم به عيسى اذا نزل كان له بالاصالة لما كان يحكم اذا نزل الى الارض الا به (فان قلت) قوله صلى الله عليه وسلم لا تفضلوني على يونس الحديث هل هو منسوخ أو قاله تواضعا (فالجواب) هو تواضع منه صلى الله عليه وسلم والا فهو يعلم انه أفضل خلق الله تعالى وذلك ليصح له تمام الشكر فانه أشكر خلق الله تعالى لله ولا يكون ذلك الا بمعرفته كل ما أنعم الله به عليه فافهم ومعنى الحديث لا تفضلوني من ذوات نفوسكم بجهلكم بالامر وليس معناه لا تفضلوني مطلقا فانه من فضله بتفضيل الله عز وجل له فقد أصاب (فان قلت) فهل للعارف أن يفضله صلى الله عليه وسلم بحسب ما تحتمله الالفاظ (فالجواب) نعم له ذلك ولكن الكامل لا يعتمد في جميع ما يقوله الا على ما يليق بالله تعالى عنده لا على ما تحتمله الالفاظ والله أعلم (فان قلت) فهل جميع مقاماته صلى الله عليه وسلم تورث لاتباعه من الانبياء والاولياء أم يختص صلى الله عليه وسلم بمقامات لا يصح لاحد منهم أن يرثها منه (فالجواب) كما قاله الشيخ في الباب السابع والثلاثين وثلثمائة يختص صلى الله عليه وسلم بمقامات لا يشاركه فيها أحد من الانبياء منها انه أعطاه ضروب الوحي كلها من وحي البشارات وانزاله على القلب والاذن وبالعروج به الى السماء ونحو ذلك ومنها

فقال يا رسول الله أسألك عن ثياب أهل الجنة أتخلق تخلق أم تنسج نسجا فضحك الحاضرون من سؤاله فغضب صلى الله عليه وسلم وقال أتضحكون من جاهل سأل عالما يا هذا الرجل انها تشقق عنها ثمر الجنة فأجابه صلى الله عليه وسلم بما أرضاه وعلمه ما يجهله وأزال خجل السائل بتعليم أصحابه الادب مع من سأل وانقلب الاعرابي عالما فرحا مسرورا * وقال في الباب الثاني والتسعين ومائتين في قوله تعالى وما لاحد عنده من نعمة تجزى الا ابتغاء وجه ربه الاعلى اعلم ان العلماء اختلفوا هل يكون الحق تعالى عوضا لا غرض خاص أم لا والتحقيق أن الحق تعالى من حيث ذاته ووجوده لا يقاومه شئ ولا يصح ان يطلب لذاته وانما يريد الطالب معرفة وجه ربه أو مشاهدته أو رؤيته وكل هذا ما هو عين الحق تعالى واذا لم يكن عينه فقد يصح أن يكون عوضا كما ان من عبد الله تعالى كأنه يراه يجزاه في الآخرة رؤيته وأطال في ذلك * ثم قال وقد ترافع اثنان الى مالك بن أنس رضي الله عنه فادعى أحدهما على الآخر حسد به وطلب المكافأة عليها فقال له ماذا ابتغيتم حين أعطيتماه ان كنت ابتغيت بها جزاء في الجنة أو معاوضة في الدنيا فخذها منه ان كانت عينها باقية والا فقيمتها وان كنت ابتغيت

لو كان موسى وعيسى حيين

جمهور المذاهب الأربعة على الحق يقرون عقيدة الطحاوي، التي تلقاها العلماء سلفاً وخلفاً بالقبول. السبكي

حققها وراجعها
جماعة من العلماء

خرج أحاديثها
محمد ناصر الدين الألباني

المكتب الإسلامي

وأما الذين يتعبدون بالرياضات والخلوات، ويتركون الجمع والجماعات، فهم الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا، وهم يحسبون أنهم يحسنون صُنعاً، قد طبع الله على قلوبهم. كما قد ثبت في « الصحيح » عن النبي ﷺ أنه قال: « من ترك ثلاث جمع تهاوناً من غير عذر، طبع الله على قلبه » (٧٨٨). وكل من عدل عن اتباع سنة الرسول، إن كان عالماً بها فهو مغضوب عليه، وإلا فهو ضال. ولهذا شرع الله لنا أن نسأله في كل صلاة أن يهدينا الصراط المستقيم، صراط الذين أنعم عليهم، من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين، وحسن أولئك رفيقاً، غير المغضوب عليهم ولا الضالين.

وأما من يتعلق بقصة موسى مع الخضر عليه السلام، في تجويز الاستغناء عن الوحي بالعلم اللدُني، الذي يدعيه بعض من عدم التوفيق -: فهو ملحد زنديق. فإن موسى عليه السلام لم يكن مبعوثاً الى الخضر، ولم يكن الخضر مأموراً بمتابعته. ولهذا قال له: أنت موسى بني إسرائيل؟ قال: نعم (٧٨٩). ومحمد ﷺ مبعوث الى جميع الثقلين، ولو كان موسى وعيسى حيَّين (٧٩٠) لكانا من أتباعه، وإذا نزل عيسى عليه السلام الى الأرض، إنما يحكم بشريعة محمد، فمن ادعى أنه مع محمد ﷺ كالخضر مع موسى، أو جوّز ذلك لأحد من الأمة -: فليجددْ إسلامه، وليشهد شهادة الحق، فإنه مفارق لدين الإسلام بالكلية، فضلا عن أن يكون من أولياء الله، وإنما هو من أولياء الشيطان. وهذا الموضع مفرق بين زنادقة القوم وأهل

---

(٧٨٨) صحيح، لكنه لم يروه أحد من أهل « الصحيح » والمراد به البخاري أو مسلم، خلافا لما أفاده الشارح وانما رواه أبو داود والنسائي وأحمد وغيرهم وصححه الحاكم على شرط مسلم، فوهم. وسنده حسن، وله شواهد في « الترغيب » وغيره.

(٧٨٩) هو قطعة من حديث الخضر مع موسى عليهما السلام، رواه البخاري في مواضع من « صحيحه » منها « الأنبياء ».

(٧٩٠) كذا الأصل، وكأنه يشير إلى الحديث الذي ذكره شيخه ابن كثير في تفسير سورة (الكهف) بلفظ: « لو كان موسى وعيسى حيين لما وسعهما إلا اتباعي ». وهو حديث محفوظ، دون ذكر عيسى فيه، فإنه منكر عندي لم أره في شيء من طرقه، وهي مخرجة في « الإرواء » (١٥٨٩).

مجموعة الفتاوى

لشيخ الإسلام

تقي الدين أحمد بن تيمية الحراني

المتوفى سنة ٧٢٨هـ

اعتنى بها وخرج أحاديثها

عامر الجزار　　أنور الباز

الجزء الثالث عشر

فيها حُكْمُ اللَّه ﴾ إخبار عن اليهود الموجودين، وأن عندهم التوراة فيها حكم اللّه، وكذلك قوله: ﴿ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيه ﴾هو أمر من اللّه على لسان محمد لأهل الإنجيل ، ومن لا يؤمر على لسان محمد ﷺ.

قيل قبل هذا : إنه قد قيل : ليس في العالم نسخة بنفس ما أنزل اللّه في التوراة

١٣/١٠٤ والإنجيل، بل ذلك مبدل؛ فإن التوراة انقطع تواترها، والإنجيل / إنما أخذ عن أربعة.

ثم من هؤلاء من زعم أن كثيراً مما في التوراة أو الإنجيل باطل ليس من كلام اللّه، ومنهم من قال: بل ذلك قليل. وقيل: لم يحرف أحد شيئًا من حروف الكتب، وإنما حرفوا معانيها بالتأويل ، وهذان القولان قال كلا منهما كثير من المسلمين. والصحيح القول الثالث، وهو أن في الأرض نسخًا صحيحة، وبقيت إلى عهد النبي ﷺ، ونسخًا كثيرة محرفة. ومن قال: إنه لم يحرف شيء من النسخ فقد قال ما لا يمكنه نفيه، ومن قال: جميع النسخ بعد النبي ﷺ حرفت، فقد قال ما يعلم أنه خطأ، والقرآن يأمرهم أن يحكموا بما أنزل اللّه في التوراة والإنجيل، ويخبر أن فيهما حكمه، وليس في القرآن خبر أنهم غيروا جميع النسخ.

وإذا كان كذلك، فنقول: هو ـ سبحانه ـ قال : ﴿ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيه﴾ [المائدة:٤٧] وما أنزله اللّه هو ما تلقوه عن المسيح ، فأما حكايته لحاله بعد أن رفع فهو مثلها في التوراة ذكر وفاة موسى ـ عليه السلام ـ ومعلوم أن هذا الذي في التوراة والإنجيل ـ من الخبر عن موسى وعيسى بعد توفيهما ـ ليس هو مما أنزله اللّه ، ومما تلقوه عن موسى وعيسى، بل هو مما كتبوه مع ذلك للتعريف بحال توفيهما، وهذا خبر محض

١٣/١٠٥ من/ الموجودين بعدهما عن حالهما، ليس هو مما أنزله اللّه عليهما ولا هو مما أمرا به في حياتهما، ولا مما أخبرا به الناس.

وكذلك: ﴿ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ﴾ ، وقوله: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم ﴾ ، فإن إقامة الكتاب العملُ بما أمر اللّه به في الكتاب من التصديق بما أخبر به على لسان الرسول. وما كتبه الذين نسخوه من بعد وفاة الرسول ومقدار عمره ونحو ذلك، ليس هو مما أنزله اللّه على الرسول، ولا مما أمر به ولا أخبر به، وقد يقع مثل هذا في الكتب المصنفة، يصنف الشخص كتابًا، فيذكر ناسخه في آخره عمر المصنف ونسبه وسنه، ونحو ذلك مما ليس هو من كلام المصنف.

ولهذا أمر الصحابة والعلماء بتجريد القرآن، وألا يكتب في المصحف غير القرآن، فلا

المواهب اللدنية

بالمنح المحمدية

تأليف

العلامة أحمد بن محمد القسطلاني

(٨٥١ - ٩٢٣هـ)

الجزء الثالث

تحقيق

صالح أحمد الشامي

المكتب الإسلامي

وقيل معناه: أن الأنبياء ـ عليهم الصلاة والسلام ـ كانوا يأخذون الميثاق من أممهم بأنه إذا بعث محمد ﷺ أن يؤمنوا به وأن ينصروه، واحتج له بأن الذين أخذ الله الميثاق منهم يجب عليهم الإيمان بمحمد ﷺ عند مبعثه، وكان الأنبياء عند مبعث محمد ﷺ من جملة الأموات، والميت لا يكون مكلفاً، فتعين أن يكون الميثاق مأخوذاً على الأمم. قالوا: ويؤكد هذا، أنه تعالى حكم على الذين أخذ عليهم الميثاق بأنهم لو تولوا لكانوا فاسقين، وهذا الوصف لا يليق بالأنبياء، وإنما يليق بالأمم.

وأجاب الفخر الرازي[1]: بأن يكون المراد من الآية أن الأنبياء لو كانوا في الحياة لوجب عليهم الإيمان بمحمد ﷺ. ونظيره قوله تعالى ﴿**لئن أشركت ليحبطن عملك**﴾[2]، وقد علم الله تعالى أنه لا يشرك قط، ولكنه خرج هذا الكلام على سبيل التقدير والفرض، وقال تعالى: ﴿**ولو تقوَّل علينا بعض الأقاويل لأخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين**﴾[3] وقال في الملائكة: ﴿**ومن يقل منهم إني إله من دونه فذلك نجزيه جهنم**﴾[4] مع أنه تعالى أخبر عنهم بأنهم ﴿**لا يسبقونه بالقول**﴾[5] وبأنهم ﴿**يخافون ربهم من فوقهم**﴾[6]، فكل ذلك خرج على سبيل الفرض والتقدير. وإذا نزلت هذه الآية على أن الله تعالى

---

(١) في الأصل: وأجيب.
(٢) سورة الزمر، الآية ٦٥.
(٣) سورة الحاقة، الآية ٤٦.
(٤) سورة الأنبياء، الآية ٢٩.
(٥) سورة الأنبياء، الآية ٢٧.
(٦) سورة النحل، الآية ٥٠.

كتاب سراج الملوك للاستاذ أبي بكر
الطرطوشي نفعنا الله به
وبعلومه
آمين

وسالمتك الليالى فاغتررت بها * وعند صفو الليالى يحدث الكدر

(ياأيها الرجل) ألق الى سمعك وأعرنى لبك

فان كنت لاتدرى متى الموت فاعلمن * بأنك لاتبقى الى آخر الدهر

أين آدم أبو الاولين والآخرين أين نوح شيخ المرسلين أين ادريس رفيع رب العالمين أين ابراهيم خليل الرحمن الرحيم أين موسى الكليم من بين سائر النبيين والمرسلين أين عيسى روح الله وكلمته رأس الزاهدين وامام السائحين أين محمد خاتم النبيين أين أصحابه الابرار المنتخبون أين الامم الماضية أين الملوك السالفة أين القرون الخالية أين الذين نصبت على مفارقهم التيجان أين الذين اعتزوا بالاجناد والسلطان أين أصحاب السطوة والولايات أين الذين خفقت على رؤسهم الالوية والرايات أين الذين قادوا الجيوش والعساكر أين الذين عمروا القصور والدساكر أين الذين أعطوا النصر فى مواطن الحروب والمواقف أين الذين اقتحموا المخاطر والمخاوف أين الذين دانت لهم المشارق والمغارب أين الذين تمتعوا فى اللذات والمآرب أين الذين تاهوا على الخلائق كبرا وعتيا أين الذين راحوا فى الحلل بكرة وعشيا أين الذين استلانوا الملابس أثاثا ورئيا وكم أهلكنا قبلهم من قرن هم أحسن أثاثا ورئيا أين الذين ملؤا مابين الخافقين عزا أين الذين فرشوا القصور خزا وقزا أين الذين تضعضعت لهم الارض هيبة وهزا أين الذين استذلوا العباد قهرا ولزا هل تحس منهم من أحد أو تسمع لهم ركزا أفناهم والله مفنى الامم وأبادهم مبيد الرمم وأخرجهم من سعة القصور وأسكنهم فى ضنك القبور تحت الجنادل والصخور فأصبحوا لاترى الامساكنهم فعاث الدود فى أجسامهم واتخذ مقيلا فى أبدانهم فسالت العيون على الخدود وامتلأت تلك الافواه بالدود وتساقطت الاعضاء وتمزقت الجلود وتناثرت اللحوم وتقطعت البطون فلم ينفعهم ما جمعوا ولا أغنى عنهم ما كسبوا أسلمك الاحبة والاولياء وهجرك الاخوان والاصفياء ونسيك القرباء والبعداء فأنسيت ولو نطقت لانشدت قولنا عن سكان

اللز التضييق اه

ہزار سال پہلے کا تاریخِ اسلام کا ایک ورق

حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا اعلان

جناب شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت لاہور

اخویم مکرم جناب مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر تحریک جدید نے MEDIEVAL ISLAM. کتاب کے دو ... صفحے عاجز کو بھجوائے۔ اس فوٹو کاپی میں ایک قیمتی حوالہ ہے۔ اس پر تحقیق پیش خدمت ہے۔

آج سے ایک ہزار سال پہلے کے عالمی نقشہ پر ایک نگاہ ڈالیں۔ ایک طرف عالم اسلام پر مشتمل خلافت عباسیہ بغداد ہے اور دوسری طرف عیسائی بلاک میں مشرقی بازنطینی رومی سلطنت۔ اہل بازنطین، سلطنت بغداد کے حریف اور مستقل دشمن تھے۔ جب بھی مسلمان تشتت و افتراق کا شکار ہوتے قسطنطنیہ کے بزنطینی قیاصرہ اس سے فائدہ اٹھاتے اور مسلمانوں پر چڑھ دوڑتے۔ اسی زمانہ میں رومی حکمران نکیفورس نے ایشیائے کوچک سے دریائے فرات تک فتوحات حاصل کیں۔ شمالی شام مسلمانوں سے چھین گیا اب اس نے یروشلم آزاد کرانے اور مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنے کا منصوبہ بنایا۔ تاریخ کی ایک جھلکی آئینۂ ایام میں یوں محفوظ ہے :-

"Nicephoros saw him-self as freeing Jerusalem and marching on the Mecca" (Religion in the Middle east by A.G. Arbery Vol I P. 249)

بزنطینی حکمران نکیفورس (۹۶۳-۹۶۹ء) خواب دیکھنے لگا کہ وہ یروشلم کو آزاد کرانے کے بعد مکہ معظمہ کی طرف مارچ کرے گا۔ اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا کیونکہ اس کے قابل ترین جرنیل نے محل میں گھس کر بیوی کی مدد سے اسے قتل کر دیا۔ اس سازش میں ملکہ بھی شامل تھی[1]

---

[1] Byzantium by Bayer and al Moss P. 22-23:

وابستہ کر لیا وہ عدالت کے روز اپنی مراد پا لے گا اور نجات سے ہم کنار ہو گا۔"

اب مسلمان مخاطب ہیں۔ خاکش بدہن بزنطینی خطیب نے کہا ہے

"لیکن تمہارا صاحب اور ساتھی وہ ہے جسے قبر کی نمی نے زیر زمین فنا اور تحلیل کر دیا اور وہ بوسیدہ ہڈیوں کے درمیان ایک مشتِ استخوان بن گیا بلکہ ہڈیوں کا چورا بن گیا۔"

یہ قصیدہ جب اسلامی دیار میں پہنچا تو کہرام مچ گیا۔ اس وقت کے اکابر علماء میں سے جناب القفال ایک فقیہ اور مناظر اسلام تھے۔ اسلام کے ایک غیور فرزند۔ آپ نے اسی طرز میں اس کا جواب لکھا۔ اب جواب ملاحظہ ہو۔

"جو شخص مشرق اور مغرب کو فتح کرنے کی تمنا رکھتا ہے اور صلیب کے ذریعہ اپنے عقیدے کی ترویج چاہتا ہے وہ ان تمام لوگوں میں کمینہ تر ہے۔ جو اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ جو شخص اپنی صلیبوں کے سامنے دوزانو ہے ان کی خدمت کرتا ہے اور اس واسطے سے راہ ہدیٰ پانے کی خواہش رکھتا ہے وہ ایسا گدھا ہے جس کی ناک تراشی گئی ہے او نادان شخص اگر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر موت آئی تو (مرنا نبیوں کی سنت ہے جسے) حضورؐ نے اس نظیر کی پیروی کی جو بڑی شان رکھنے والے نبیوں کا نمونہ تھا اور پھر یہ بھی سوچو! یسوع نے بھی وقت مقررہ پر وفات پائی۔ وہ اس جہان فانی سے گزر گیا۔ جیسے آدمؑ کی اولاد میں دوسرے انبیاء فوت ہو گئے ہیں۔"

(Medieval Islam by Gustave E. Von Grunebaum. P. 18-19.)

اس جواب نے دشمن کو خاموش کر دیا اس نے جان لیا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو بلند آسمانوں پر جسمانی طور پر رفع عیسیٰؑ کے قائل ہیں بلکہ ان کا سب سے بڑا عالم وہ شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ

ابن مریم مرگیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم

اب آیئے جناب القفال سے آپ کا مختصر تعارف کروا دیں۔ عربی قاموس شخصیات "اعلام قاموس تراجم" تالیف خیرالدین الزرکلی (جلد ۷ صفحہ ۱۵۹ کالم ۲) میں لکھا ہے:-

القفّال - ۲۹۱ - ۳۶۵ ھ
۹۰۴ - ۹۷۶ م

محمّد بن علی بن اسماعیل الشاشی القفّال، ابوبکر: من اکابر علماء عصرہ بالفقہ والحدیث واللّغۃ والادب من اھل ما وراء النھر۔ وھو اوّل من صنّف الجدل الحسن من الفقھاء وعنہ انتشر مذھب الشافعی۔ فی بلادہ مولدہ ووفاتہ فی الشاش (وراء نھر سیحون) رحل الی خراسان والعراق والحجاز والشام من کتبہ "اصول الفقہ" و "محاسن الشریعۃ" و "شرح رسالۃ

medieval islam

Gustave E. von Grunebaum

A vital study of Islam at its zenith.

that he sees two riders mounted the one on an ass and the other on a camel. Those two riders are really one and the same as the Prophet (Isaiah) himself clearly affirms in the passage itself. Under the name of 'ass' the Prophet means the Jewish people, which, although it has read the Law and the prophecies, yet influenced by the teachings of Satan, has refused to submit and accept the Gospel destined to save the universe. . . . . Under the name 'camel,' the Prophet designates the Midianites and the Babylonians, because among them these animals are very common. And the same enemy who led the Jews into error . . . . has made you also fall into idolatry. I have said above that the two riders really represent only one and the same man, as the Prophet lets us know immediately after by saying: 'I saw the same horseman who came mounted on two steeds. Lo, the horseman who appeared two before was only one, and mounted on two horses.'[33] He designates by these two horses the Jews and the pagans dominated by them. Whence then comes this man? What does he say? He comes mounted on two horses, and cries at the top of his voice—'Babylon is fallen, and its works have been overturned' (21:9). It was then the enemy who deplored its desolation, and who, not finding any refuge other than your desert, has led to you the two horses of his iniquity, that is to say, the inconstancy of the Jews and the debauchery of the pagans. . . . ."[34]

The same homogeneity of ideas obtains on that considerably lower plane on which an unnamed spokesman for the Byzantines and the Muslim jurist, al-Qaffāl (d. 976), exchanged their invectives in support of their sovereigns' campaigns in 966–67.

The Christian announces that he will conquer the East and spread the religion of the Cross by way of force:

> And Jesus, His throne is high above the heavens. Who is allied with Him reaches his goal (i.e., salvation) on the Day of Strife (i.e., Judgment Day).
> But your companion (i.e., Mohammed), the moisture (of the grave) annihilated him below the ground, and he has turned (a heap of) splinters among those decayed bones.

[33] On this paraphrase of the Septuagint text see *ibid.*, p. 328, n. 35.

[34] Trans. from the Armenian by Jeffery, *ibid.*, pp. 327–28.

The Muslim *shaiḫ* retorts in the same vein:

> Whoever desires the conquest of East and West propagandizing for the belief in a cross is the meanest of all who nourish desires.
> Who serves the crosses and wishes to obtain right guidance through them is an ass with a brand mark on his nose.
> And if the Prophet Mohammed has had to die, he (only) followed the precedent set by every exalted prophet.
> And Jesus, too, met death at a fixed term, when he passed away as do the prophets of Adam's seed.[35]

The Muslim and the Christian alike viewed the history of mankind as leading from Creation to Judgment Day. History culminates in a final revelation of God's will and God's truth. It is for man to accept or reject the message of the Lord and thus to secure for himself salvation or damnation. The historical process will be staged only once. On Judgment Day the book of history is to be closed forever. Any idea of a cyclical return of events would be incompatible with the purpose for which the Lord created the world of man. Thus every moment is unique and irretrievable, and his allotted time is tense with man's anxious struggle to work his salvation ere it is too late. For the individual, then, life in history carries the supreme moral obligation of proving himself in the face of the Lord. Man is on trial. Revelation is his law, the Prophet or the Savior his model and guide, while Satan, prodding his innate sinfulness, seeks to lead him astray. After the final Judgment has acquitted or condemned, Satan will lose his power. Justice has triumphed and history reached its end.

Balʿamī (d. 963) paraphrases in these words the paragraph with which aṭ-Ṭabarī (d. 923) introduces his monumental *Annales:*

"God made the creatures without being under any necessity of creating them. He created them to try them. He ordered them to adore Him so He would know who would and who would not adore Him, who would and who would not execute His commands. His wisdom made Him create them, so their actions would justify what He knew through His foreknowledge.

[35] Ed. trans. by the writer, *Analecta orientalia*, XIV (1937), 41–64, vss. 51–53, 88.89.98.90.

سوانح قاسمی ۱۳۷۳ھ
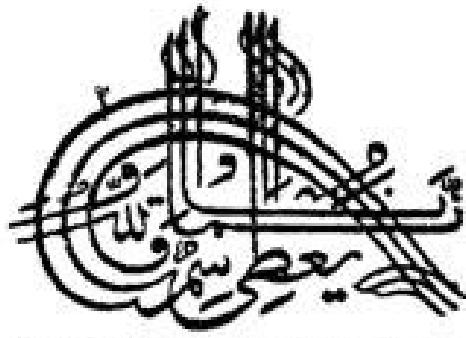
یعنی سیرت شمس الاسلام

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

حصہ دوم

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی عم فیوضہ

حسب ہدایت

حضرت مولانا محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند

دفتر دار العلوم سے شائع کی گئی

احساسات کے سامنے نمایاں ہوئی تھیں، اور کون کہہ سکتا ہے، کہ اٹھارہ انیس سال پہلے جس ملک میں ہندو اور مسلمانوں نے مل کر عیسائیوں پر حملہ کیا تھا، اسی ملک میں انتقام کے اس تماشے کو کیا روکا جا سکتا تھا، کہ خود ہندو مسلمان باہم دست و گریبان ہیں۔ مگر اب اسے کیا کہئے، کہ وہ تماشہ تو کیا ہوتا، نتیجہ کی شکل میں جو نظارہ سامنے آیا، وہ اس سے مختلف اور قطعاً مختلف تھا، جس کی توقع میلہ کے بعد کی جا سکتی تھی، کہئے تو کہہ سکتے ہیں کہ وار ہی نہیں کر خالی گیا، بلکہ جو کچھ آپ پڑھیں گے، اس کو پڑھ کر شاید ہر پڑھنے والا یہی کہہ سکتا ہے، کہ وار کو الٹ دیا گیا، گویا کہا جا سکتا ہے کہ لڑائی کے قانون ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ کی عملی تفسیر ایک دفعہ شاہ جہاں پور کے اس میلے میں بھی قدرت کی طرف سے کی گئی، اور اب اسی دلچسپ سرگذشت کی میں تفصیل کرنا چاہتا ہوں۔

نہ ماننے والوں تک حق کے پہنچانے کا جو میدان اس میلے میں سیدنا الامام الکبیر کے سامنے آ گیا تھا، یہ واقعہ ہے کہ کسی کی رو رعایت کئے بغیر اگرچہ آپ سب کچھ اپنی ان تقریروں میں فرماتے رہے، عبادت کا مستحق صرف کائنات کا خالق ہے، اس مسئلہ کی تشریح و تبلیغ کرتے ہوئے صاف صاف لفظوں میں آپ اعلان کرتے رہے کہ خالق کے سوا مخلوقات خواہ ان کی نوعیت کچھ ہی ہو، جب مخلوق ہیں تو ان کی عبادت نہ نقلاً جائز ہو سکتی ہے، اور نہ عقلاً، آپ نے عیسائیوں اور ہندوؤں دونوں طبقوں کو خطاب کر کے کہا تھا۔

"ایسی صورت میں سوا خدا (خالق کائنات کے)، اوروں کی عبادت جیسے ہنود و نصاریٰ کرتے ہیں، بالکل خلاف عقل و نقل ہو گی"

پھر اس اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے بھری مجلس میں آپ بار بار اس کا اعادہ فرماتے رہے، کہ

"خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری رام چندر، اور سری کرشن کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آ سکتا، کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔ پاخانہ[1]، پیشاب، مرض اور موت سے

---

[1] یہی لفظ تھا، جس پر پادری نولس صاحب نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ پاخانہ پیشاب کا لفظ نہ فرمائیں موتی میاں جو جلسہ کے مہتمم تھے انہوں نے یہ سن کر کہا کہ پاخانہ پیشاب نہ کہئے بول و براز کہئے۔ صفحہ (باقی اگلے صفحہ پر)

مجبور تھے" ص۲۲ میلہ خداشناسی

اور جیسے جیسے کھرے کھرے الفاظ میں "اسلامی توحید" کی منادی آپ کرتے رہے اسی طرح یہ مسئلہ کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں (یعنی سارے انبیاء ورسل میں)، افضل سمجھتے ہیں، اور بعد خداوند عالم انہیں کو جانتے ہیں" ص۲۵ میلہ خداشناسی

اور یہ کہ

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل و اعلیٰ پایا" ص۲۱

پہلے سال کے میلے میں آپ نے ان ہی الفاظ میں اپنے دعوؤں کو پیش کیا، اور دوسرے سال کے میلہ میں بھی یہ دعوے کرتے ہوئے کہ

"یہ بات واجب التسلیم ہے کہ آپ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)، تمام انبیاء کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے سردار، اور سب سے افضل اور سب کے خاتم ہیں" ص۲۳

استدلال کا جو حق تھا، اسے ادا فرمایا، اور یہ میلہ جو ہندوؤں، عیسائیوں، مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا، بار بار مختلف پیرایوں میں ان کے کان میں یہ ڈالتے رہے، کہ

"آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ نہیں" ص۳۰ مباحثہ شاہجہاں پور

قطعاً غیر مشتبہ دوٹوک الفاظ میں سناتے رہے کہ

"کوئی شخص اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اوروں کا اتباع کرے، تو بیشک اس کا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہوگا، جس کا حاصل کفر و الحاد ہے" ص۳۲ مباحثہ شاہجہاں پور

اور یہ فرماتے ہوئے کہ اب دین محمدی ہی کا وقت ہے، سب کو سنا دیا گیا کہ

(گذشتہ صفحہ سے)، ایک دوسرے موقعہ پر بھی تمثیل میں پاخانہ کا لفظ سن کر پادری صاحب نے کہا تھا، میں جانوں پاخانہ کی مثال اچھی نہیں۔ ص۳۷

قادیانی مرتد پر خدائی تلوار

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

پازدن ہو۔

قادیانی صدہا وجہ سے منکر ضروریات دین تھا اور اس کے پس ماندے حیات و وفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں، جو ایک فرعی سہل خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں (فائدہ نمبر ۴ میں آئے گا کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے) نہ ہرگز وفات مسیح ان مرتدین کو مفید، فرض کردم کہ رب عزوجل نے ان کو اس وقت وفات ہی دی، پھر اس سے ان کا نزول کیونکر ممتنع ہو گیا؟ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن کو تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے ہوتی ہے، پھر وہ ویسے ہی حیات حقیقی دنیاوی وجسمانی سے زندہ ہوتے ہیں جیسے اس سے پہلے تھے، زندہ کا دوبارہ تشریف لانا کیا دشوار؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الانبیآء احیاء فی قبور ھم یصلون (مسند ابویعلی، مروی از انس رضی اللہ عنہ، حدیث ۳۴۱۲، موسسہ علوم القرآن بیروت، ۳/۳۷۹)

انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

(2)

معاذ اللہ! کوئی گمراہ بددین یہی مانے کہ ان کی وفات اوروں کی طرح ہے جب بھی ان کا تشریف لانا کیوں محال ہو گیا؟ وعدہ

وحرام علی قریۃ اھلکنھا انھم لا یرجعون (القرآن الکریم، ۲۱/۹۵)

(اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیں)

ایک شہر کے لئے ہے، بعض افراد کا بعد موت دنیا میں پھر آنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے سیدنا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام، قال اللہ تعالیٰ

فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ (القرآن الکریم، ۲/۲۵۹)

تو اللہ نے اسے زندہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔

عقیدۂ نزولِ مسیح علیہ السلام

قرآن، حدیث اور اجماعِ امت کی روشنی میں

از

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ

جمع و ترتیب جدید و اضافہ عنوانات

محمد عمر انور

بیت العلم کراچی

پیشِ لفظ

حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

الحمد للہ و کفی والصلوۃ والسلام علی نبینا المصطفی وعلی الہ واصحابہ ومن اتبع الھدی، اما بعد :

آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ بڑا ہی پرفتن دور ہے، نسل انسانیت عموماً اور مسلمان خصوصاً قسم قسم کے فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں مسلمان بحیثیت مسلمان آج جتنے خطرناک حالات سے دوچار ہیں شاید ماضی کی تاریخ ایسی مثالوں سے خالی ہو، ہر سمت سے قصر اسلام پر فتنوں کی ایسی یلغار ہے کہ الامان والحفیظ! طرح طرح کے فتنے ظاہر ہورہے ہیں، اعتقادی، عملی ظاہری اور باطنی، ہر ایک دوسرے سے بڑھتا جارہا ہے، مگر سب سے خطرناک فتنے وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہو، ان اعتقادی فتنوں میں سے ایک فتنہ عقیدۂ نزول مسیح علیہ السلام سے یکسر انکار کرنا یا کم از کم اس کی اساسی حیثیت تسلیم کرنے سے اعراض کرنا اور اس کو غیر ضروری ماننا بھی ہے، حتیٰ کہ بعض ایسے اہل علم وقلم بھی جن کی رفعت شان کی طرف اگر ہم نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ان کے علم وعمل، فضل وکمال اور ان کی عظمت کو اپنی بے پناہ بلندی کی وجہ سے ہماری نگاہیں سر نہیں کرسکتیں وہ بھی اس رو میں بہہ گئے ہیں، حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ایک تو خود اس کی اساسی اور کلیدی حیثیت ہے اور دوسرا اس کے انکار کرنے سے اور کتنے فتنوں کو سر اٹھانے کا موقع ملے گا اور مزید کتنی خرابیاں لازم آئیں گی، جبکہ عقیدۂ نزول مسیح علیہ السلام کی اعتقادی حیثیت مسلم ہے اور اس کا ضروریات دین میں سے ہونا اظہر من الشمس ہے کہ نزول مسیح علیہ

ارباب قلم کی قلمی جولانیوں سے متاثر یا ان کی شخصیت سے مرعوب ہوکر ان کے ہر فکر اور ہر خیال کو قطعی خیال کرنے لگتے ہیں۔

گذارش احوال واقعی

کچھ دنوں سے ہندوستان کے موقر جریدہ ''صدق'' میں نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ زیر بحث ہے جو مدتوں پہلے سے فیصلہ شدہ اور جو ''فتنہ قادیانیت'' کی وجہ سے پھر تقریباً چالیس سال زیر بحث رہا اور جس پر متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ مولوی ابوالکلام آزاد صاحب، مولوی جار اللہ صاحب، مولانا عبیداللہ صاحب سندھی وغیرہ کی تحریرات میں یہ چیز آئی اور مولانا آزاد نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ:

''اگر یہ عقیدت نجات کے لئے ضرور ہوتا تو قرآن میں کم از کم ﴿واقیموا الصلاة﴾ جیسی تصریح ضروری تھی اور ہمارا اعتقاد ہے کہ کوئی مسیح اب آنے والا نہیں'' الخ۔

اس وقت بھی میں نے اس خیال کی تردید میں ایک مفصل مضمون لکھا تھا جو بعض ارباب جرائد کی مداہنت سے شائع نہ ہوسکا اور نہ اس کا مسودہ میرے پاس ہے۔ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو اصل داعیہ اس قسم کے خیالات میں عقلی استبداد ہے اور بدقسمتی سے اپنے عقلی معیار کو ان حضرات نے اتنا بلند سمجھا ہے کہ نبوت کا منصب گویا ان عقول قاصرہ کو دے دیا گیا، ہوسکتا ہے کہ ہمارے بعض نیک دل ارباب قلم ان ہی حضرات کی شخصیتوں سے مرعوب ہوکر غیر شعوری تقلید میں کچھ درمیانی صورت اختیار کرنے لگے ہوں۔

اہل حق کے مسلک کی تائید میں جناب محترم مولانا ظفر احمد تھانوی نے ایک مقالہ ''صدق'' میں شائع فرمایا۔ اس کے جواب میں جے پور کے ایک محترم نے بہت طویل مقالہ ''صدق'' میں شائع فرمایا جس کی تنقیح حسب ذیل امور میں ہوسکتی ہے:

اسلامی عقیدہ

اردو ترجمہ: عقیدۃ المسلم

مصنف: شیخ محمد غزالی مصری

مترجم: مولانا عنایت اللہ سبحانی

- غزہ
- آئمہ
- تحریک
- مسلما
- علامہ ا
- روزگ
- اقبال
- مولانا
- اشتراد
- مولانا
- شاہنا
- ذوقِ
- اذکار
- پھولو
- کربلا
- تذکرۃ
- مسلما
- الفتی الا
- امام ا
- دفتر ب
- تصویر
- فتوح ا
- ذ صائب

کبھی یوں کہا جاتا ہے: اللہ، عیسیٰؑ، ان کی ماںؑ اور روح القدسؑ پر مشتمل ایک کمپنی ہے، اور یہ پورا عالم اسی کمپنی کی نگرانی و ماتحتی میں چل رہا ہے۔

کبھی کہا جاتا ہے: یہ سارے شرکاء ایک حقیقت کے مختلف پہلو یا ایک ہی الٰہ کے مختلف مظاہر ہیں، ایک ایسی بات جس کو سمجھنا عقل کے بس کی بات نہیں۔

یہ سب حق سے انحراف اور انتہائی سخت گمراہی ہے۔

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ" (المائدہ: ۷۲)

(ان لوگوں نے کفر کیا، جنھوں نے کہا، اللہ مسیح بن مریم ہی ہیں)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (المائدہ: ۷۳)

(یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا، اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ الٰہ واحد کے سوا کوئی الٰہ نہیں)

عیسیٰؑ ایک انسان تھے جو کھاتے اور پیتے تھے۔ جسم سے حیوانی فضلات خارج کرتے تھے پھر ان کی بشریت کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے، یا ان کے فوق البشر ہونے کا دعویٰ کیونکر ممکن ہے؟

"مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ" (المائدہ: ۷۵)

(مسیح بن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور اس کی ماں ایک راست باز عورت تھیں۔ دونوں کھانا کھاتے تھے)

وہ ایک بندے ہیں جن کا چہرہ اپنے بلند رب کی بارگاہ میں جھک جاتا ہے۔ اور وہ پوری خاکساری اور سعادت مندی اور اعتراف کے انداز میں یہ اعلان سنتے ہیں:

"قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" (المائدہ: ۱۷)

(کہو، کوئی اللہ کا کیا بگاڑ سکتا ہے، اگر وہ مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور سارے ہی

اہل زمین کو ہلاک کر دینے کا فیصلہ کرلے)

عیسیٰؑ اور ان کی ماںؑ اللہ کے دو محتاج بندے ہیں۔ وہ خود اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ حساب کے دن وہ اس کا اعتراف کریں گے۔ اور ان کے سلسلے میں جن لوگوں نے غلو کی راہ اختیار کی ہوگی، ان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کریں گے۔

"وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ، قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۔ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ"

(اور تصور کرو جب کہ اللہ کہے گا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی الٰہ بنالو۔ وہ کہے گا "میرا سر تیرے قدموں پر، میری یہ کہاں مجال کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہ تھا اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی، تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ بلاشبہ تو ساری پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے بس وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی . . . !!)

صورت واقعہ کے لحاظ سے بھی یہ بات محال ہے کہ عیسیٰؑ کو الٰہ سمجھ لیا جائے۔ اور ان کے بارے میں یہ تصور رکھا جائے کہ وہ پیدا کرتے اور روزی دیتے ہیں، مارتے اور جلاتے ہیں، زمین اور اہل زمین کی ضروریات کا انتظام کرتے ہیں۔ اور انھی کا کائنات کا نظام چلاتے ہیں وغیرہ کیونکہ زندگی میں وہ ایک بندۂ ناتواں تھے۔ اور مرنے کے بعد ہڈی اور گوشت کا ایک ڈھانچہ میں چھپا دیا گیا تھا۔

جو لوگ عیسیٰؑ کی الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ بھی ان باتوں کو خوب جانتے ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا. (الاحزاب)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت

اور

نزول مسیح

جدید تحقیق اور اضافے کے ساتھ تیسرا ایڈیشن

مؤلف

قمر احمد عثمانی

ابن شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

کے عقیدہ کی بدلی ہوئی شکلیں ہیں۔ انصار بنی ہاشم کے صابیوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موالی یہودیوں نے سب سے پہلے شیعانِ علی (رضی اللہ عنہ) میں اس عقیدے کی جڑیں مضبوط کیں۔ جب وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے تو پھر ان کی تائید وحمایت کے ساتھ یہی عقیدہ تھوڑی سی تبدیل شدہ صورت میں ظہور مہدی آخر الزمان کے نام پر اہل سنت کے عقائد میں داخل کر دیا گیا۔ اس مقصد کے لیے باقاعدہ روایتیں وضع کی گئیں اور انہیں بڑی ہوشیاری اور چابک دستی کے ساتھ ان کی کتب احادیث میں داخل کیا گیا۔ جہاں تک عقیدۂ ظہور مہدی کا تعلق ہے تو اس سلسلے کی وضعی روایتیں مؤطا امام مالکؒ، بخاریؔ اور مسلمؔ جیسی معتبر کتب احادیث میں تو راہ نہ پاسکیں مگر ان سے کم تر درجے کی دیگر کتب احادیث میں کسی نہ کسی طرح شامل کر دی گئیں[1] لیکن حیاتِ مسیحؑ اور نزولِ مسیحؑ کی روایات تو بخاریؔ و مسلمؔ جیسی مستند کتابوں میں بھی داخل ہو گئیں جس کے بعد ہمارے لیے ان کو بطور عقیدہ تسلیم کرنا لازمی ہو گیا کیونکہ ہم نے ان دونوں کتابوں کو صحیحین اور بخاری کو تو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے طور پر پہلے ہی تسلیم کیا ہوا ہے لیکن صاحبانِ فکر و نظر سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ ان کتابوں کی صحت ومعیار کا پایہ کتنا ہی بلند سہی مگر ان میں بیان کردہ ہر روایت کی صحت ثابت نہیں کی جاسکتی اور نہ اسے دلیل قطعی کے طور پر تسلیم کیا جاسکتا ہے چنانچہ علمائے محدثین نے (صحیحین) بخاریؔ و مسلمؔ کی کم وبیش (200) دو سو روایتوں کی صحت پر جرح وتنقید کی ہے (یہاں ان کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے[2])۔

اس مقام پر ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے بنیادی یا اجماعی عقائد صرف وہی ہو سکتے ہیں جن کی قطعیت قرآن یا سنت ثابتہ سے ثابت ہو۔ اخبار احاد، ظنی مرویات یا اخذ کردہ دلائل واستنباطات کسی دینی عقیدے کی بنیاد قرار نہیں پاسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے اہل علم حضرات اور ارباب فکر ونظر ان مسائل میں مختلف الرائے رہے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن

[1] شیخ الحدیث شبیر احمد ازہر میرٹھی نے مہدی سے متعلق روایات کی تنقید ایک مبسوط ومدلل مقالہ میں کر دی ہے جو دارالتذکیر لاہور سے چھپ چکا ہے۔ (امتیاز)

[2] شیخ الحدیث شبیر احمد ازہر میرٹھی نے مطالعہ صحیح بخاری میں 150 روایات بخاری پر تنقید کر کے ان روایات کا غلط ہونا دلائل و براہین سے واضح کر دیا ہے۔ (امتیاز)

عباسؓ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے اور علمائے متقدمین میں امام ابن حزم اور امام ابن تیمیہ نے نزولِ مسیحؑ کے مسئلہ کو اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے (دیکھیے "مراتب الاجماع، لابن حزم اور نقد مراتب الاجماع، لامام ابن تیمیۃ")۔ ہمارے زمانے میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ تمنا عمادی پھلواروی، علامہ مولانا موسیٰ جاراللہؒ، شیخ نور محمد مرشد المکیؒ، علامہ شاہ محمد جعفر ندوی، علامہ اقبالؒ، شیخ محمود شلتوت مصری، علامہ سید رشید رضا مصری اور مولانا امین احسن اصلاحی جیسے نامور علمائے دین اور ارباب علم و دانش نزولِ مسیحؑ اور ظہور مہدی کے عقیدوں کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مولانا تمنا عمادی مرحوم ومغفور نے علامہ اقبالؒ کی فرمائش پر انتظارِ مہدی اور نزولِ مسیحؑ کی روایات پر فن اسماء الرجال کی روشنی میں برسوں پہلے جو تنقید فرمائی تھی وہ کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے، اس لیے ہم نے متعلقہ روایات کی صحت وعدم صحت کو اپنا موضوع نہیں بنایا۔ جو حضرات اس مسئلے کو از روئے روایات سمجھنے پر مصر ہوں وہ مولانا عمادی مرحوم کی تنقیدات کا مطالعہ کر لیں۔

اصولِ دین اور ان کی تعبیرات کے سلسلے میں ہمارا اصولی موقف ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منسوب اس مشہور روایت میں بیان کردہ ہدایات پر عمل کریں کہ جب انہیں یمن کا حاکم مقرر کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کیسے کرو گے؟

اُنہوں نے عرض کیا: کتاب اللہ کے مطابق۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تمہیں کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ملے۔

انہوں نے عرض کیا: تو پھر سنت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں فیصلہ صادر کروں گا۔

آپؐ نے فرمایا: اگر وہاں بھی کوئی حکم نہ ملا۔

تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا: الحمدللہ حق تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ایلچی کو وہی ہدایت فرمائی ہے جس سے اس کا رسولؐ راضی ہے!

چنانچہ پیش آمدہ معاملات ومسائل کے بارے میں ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی

طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگر اس سے مکمل راہنمائی حاصل ہوجائے (جو اکثر حاصل ہوجاتی ہے) تو پھر کسی دوسرے ماخذ سے اعتنا نہیں کرتے۔ ہاں اگر کتاب اللہ میں کوئی حکم تو موجود ہو مگر اس کی تفاصیل و جزئیات بیان نہ کی گئی ہوں تو پھر شریعت کے دوسرے ماخذ سنت ثابتہ سے اس کی تفاصیل و جزئیات معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی تعبیرات کو پورے شرح صدر اور طمانیت قلبی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور اگر بالفرض دَورِ جدید کے عصری مسائل میں سے کسی مسئلے پر ہر دو ماخذ سے کوئی رہنمائی نہ مل سکے تو خیر القرون میں حضرات خلفائے راشدین کے فیصلوں، اجماع صحابہؓ و تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کہیں سے بھی (جسے قرآن نے سبیل المومنین قرار دیا ہے) اپنے مسائل ومشکلات کا حل تلاش کرنے کی سعی بلیغ کرتے ہیں۔ پھر اگر وہاں بھی کسی مسئلے کا حل دستیاب نہ ہو تو بالکل آخر میں ائمہ مجتہدین کے اقوال و آرا کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اکثر و بیشتر ان کے قیاسات و اجتہادات قرآن وسنت ہی سے مستنبط اور اقرب الی الصواب ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے شرط یہی ہے کہ فقہا اُمت کا یہ قیاس و اجتہاد قرآن وسنت کی کسی نص قطعی سے مستنبط ہو، ورنہ کم از کم ان سے معارض نہ ہو، بصورت دیگر کوئی قیاس و اجتہاد مذکورہ دوصورتوں کے علاوہ ہمارے نزدیک کسی تیسری شکل میں قابلِ قبول نہیں ہے۔

چنانچہ ہم نے اپنے اسی اُصولی موقف کے تحت حیاتِ مسیحؑ اور نزولِ مسیحؑ کے تصور کو سب سے پہلے قرآن کریم کی بیان کردہ تصریحات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

فاروقِ اعظم سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشہور قول ''حسبنا کتاب اللّٰہ'' پر نظری طور پر تو بحمداللہ ہمیشہ اعتماد رہا ہے کہ ہمارے تمام مسائل ومشکلات کا حل قرآن کریم میں موجود ہے۔ لیکن عملاً اس کی تصدیق (حق الیقین کے درجے میں) اس وقت ہوئی جب احباب کے اصرار اور خود اپنے قلبی تقاضے کے تحت ہم نے حیاتِ مسیحؑ کے مشکل ترین موضوع پر قرآنی تصریحات کی روشنی میں غور کیا تو بحمداللہ ہمیں کسی مرحلے پر بھی یہ احساس یا گمان نہیں ہوا کہ قرآن کی پیش فرمودہ وضاحتوں کے بعد اس کے سمجھنے میں کوئی تشنگی باقی رہ گئی ہے!

توقع ہے کہ قارئین محترم بھی زیرِ نظر اوراق کے مطالعے کے بعد ہماری رائے سے اتفاق کریں گے۔

عقیدۂ ختم نبوت کی موجودگی میں حیاتِ مسیحؑ اور نزولِ مسیحؑ کا تصور قلب وذہن میں ہمیشہ

ہی کھٹکتا رہا کہ یہ دونوں تصورات ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتے اگر عقیدۂ ختم نبوت برحق ہے تو کسی نبی کے آنے اور دین اسلام کو حقیقی غلبہ دلانے کا کوئی جواز نہیں بنتا کیونکہ ارشادِ ربانی ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ (القرآن)'' وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ (رسولؐ) اس (دین حق) کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کردے'' اور ''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (القران)'' آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور بطور دین تمہارے لیے اسلام کو پسند کرلیا'' اور ''و تمت کلمت ربک صدقاً و عدلاً'' (القرآن) ''اور آج تیرے ربّ کی بات سچائی اور عدل وانصاف کے ساتھ پوری ہوگئی'' اور ''یاتی من بعدی اسمہ احمدؐ'' (القرآن) ''میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمدؐ ہوگا'' اور فرمودۂ رسولؐ ''لا نبی بعدی'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) کی وضاحت وصراحت کے بعد کسی نبی کے آنے اور اسلام کو غلبہ دلانے کے کسی تصور کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی مگر یہ خلش قلب وذہن ہی میں کھٹکتی رہی کبھی کھل کر اظہار خیال کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اللہ بھلا کرے بَرادرِ عزیز جناب محمد امتیاز صاحب گوالمنڈی راولپنڈی کا جنہوں نے 1992ء میں جب راقم الحروف سفرِ حج پر روانہ ہو رہا تھا تو الوداعی ملاقات میں یہ فرمائش کی کہ کعبۃ اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی ربّ کعبہ کے حضور یہ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ اُمتِ مسلمہ کے تمام اختلافی ونزاعی مسائل بالخصوص عقیدۂ حیاتِ مسیحؑ ونزولِ مسیحؑ پر انشراح قلب وشرح صدر کی دولت سے نواز دیں۔ (آمین)

الغرض کعبۃ اللہ پر نظر پڑتے ہی آں عزیز کی یہ فرمائش یاد آ گئی اور میں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا پیش کردی جس کے بعد شرح صدر وانشراح قلب کی وہ دولت لازوال حاصل ہوئی کہ آج یہ عاجز قلب ونظر کے نہفتہ گوشوں میں چھپے ہوئے تصورات کو بلاخوف لومۃ لائم اس مختصر سے مضمون میں پیش کرنے کی جرأت وجسارت کررہا ہے۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم۔

یکے از عقیدت مندانِ عقیدۂ ختم نبوت

قمر احمد عثمانی